قرآنیات

البیان

جاوید احمد غامدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الشعراء

(۲)

(گذشتہ سے پیوستہ)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

وَاتۡلُ عَلَیۡهِمۡ نَبَاَ اِبۡرٰهِیۡمَ ﴿۶۹﴾ اِذۡ قَالَ لِاَبِیۡهِ وَقَوۡمِهٖ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوۡا
نَعۡبُدُ اَصۡنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰکِفِیۡنَ ﴿۷۱﴾
قَالَ هَلۡ یَسۡمَعُوۡنَکُمۡ اِذۡ تَدۡعُوۡنَ ﴿۷۲﴾ اَوۡ یَنۡفَعُوۡنَکُمۡ اَوۡ یَضُرُّوۡنَ ﴿۷۳﴾

اور اِنھیں ابراہیم کی سرگذشت سناؤ، جب اُس نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم (کے لوگوں) سے پوچھا تھا کہ یہ تم کیا پوجتے ہو[۱۲۹]؟ اُنھوں نے جواب دیا: ہم بتوں کو پوجتے ہیں، سو (تم جو چاہے، کہتے رہو)، ہم اِن کی پوجا پر برابر جمے رہیں گے۔ ۶۹-۷۱

ابراہیم نے کہا: کیا یہ تمھاری سنتے ہیں، جب تم اِنھیں پکارتے ہو؟ یا تمھیں کچھ نفع یا نقصان

۱۲۹۔ یہ سوال استخفاف کی نوعیت کا ہے، اِس لیے اُن کی قوم نے اِس کا جواب بھی جاہلی حمیت کے پورے جوش کے ساتھ دیا ہے۔

قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۴﴾

قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۵﴾ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاِنَّهُمْ
عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۷﴾ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ﴿۷۸﴾ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ
وَيَسْقِيْنِ ﴿۷۹﴾ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴿۸۰﴾ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ﴿۸۱﴾

پہنچاتے ہیں؟ اُنھوں نے جواب دیا: نہیں، (ہم یہ سب نہیں جانتے)، بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔ ۷۲-۷۴

ابراہیم نے کہا: پھر کیا تم نے اِن پر غور بھی کیا ہے جنھیں تم پوجتے رہے ہو؟ تم بھی اور تمھارے اگلے باپ دادا بھی۔ سو میرے تو یہ سب دشمن ہیں[۱۳۰]، اللہ رب العٰلمین کے سوا جس نے مجھے پیدا کیا ہے، پھر وہی میری رہنمائی فرماتا ہے[۱۳۱]۔ اور جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے[۱۳۲] اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے[۱۳۳] اور جو مجھے موت دے گا، پھر مجھ کو زندہ کرے گا[۱۳۴]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

۱۳۰۔ اِس لیے کہ شیطان اِنھی کے ذریعے سے اپنا انتقام اولاد آدم سے لیتا ہے اور اُنھیں گم راہ کر کے جہنم تک پہنچا دیتا ہے۔ اپنی قوم کے ساتھ ابراہیم علیہ السلام کی یہ گفتگو صاف بتا رہی ہے کہ وہ اُس پر ہر لحاظ سے اتمام حجت کر چکے تھے اور ہجرت سے پہلے اب آخری گفتگو فرما رہے تھے۔ اِس میں، ظاہر ہے کہ لب ولہجہ وہ نہیں ہو سکتا جو ابتداے دعوت میں ہوتا ہے۔

۱۳۱۔ یعنی پہلے عقل وفطرت اور اُس کے بعد نبوت ورسالت کے ذریعے سے میری عقلی اور روحانی ضروریات کو پورا کرنے کا اہتمام بھی اُسی نے کر رکھا ہے۔

۱۳۲۔ یعنی میری تمام مادی ضروریات بھی پوری کرتا ہے۔

۱۳۳۔ اِس میں غور کیجیے، شفا کی نسبت تو اللہ تعالیٰ کی طرف فرمائی ہے، لیکن بیماری کی نسبت اُس کی طرف نہیں کی گئی۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

"...اِس کی وجہ سوء ادب سے احتراز بھی ہے اور اِس حقیقت کا اظہار بھی کہ نعمتیں جس قدر بھی بندے کو ملتی ہیں، وہ سب خدا کے فضل وجود سے ملتی ہیں۔ لیکن اُس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ بسا اوقات اُس کے کسی

وَالَّذِیْٓ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓـَٔتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ ﴿۸۲﴾ؕ
رَبِّ هَبْ لِیْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ﴿۸۳﴾ۙ وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ
فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۸۴﴾ۙ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ ﴿۸۵﴾ۙ وَاغْفِرْ لِاَبِیْٓ اِنَّهٗ كَانَ

اور جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ جزا کے دن وہ میرے گناہ معاف فرمادے گا[۱۳۵]۔۷۵-۸۲

(ابراہیم یہ سب کہہ چکا تو اُس نے دعا کی کہ) میرے پروردگار، مجھے قوت فیصلہ عطا فرما[۱۳۶] اور مجھے صالحین کے ساتھ ملا[۱۳۷] اور بعد کے آنے والوں میں میرا ذکر خیر[۱۳۸] جاری رکھ اور باغ راحت کے وارثوں میں مجھے بھی ایک وارث بنا اور میرے باپ کو معاف کر دے، بے شک

عمل پر مترتب ہوتی ہے۔ ہر چند وہ پہنچتی تو خدا کے اذن و حکم ہی سے ہے، لیکن اُس میں انسان کی اپنی غفلت کو بھی دخل ہوتا ہے، اِس وجہ سے وہ بندے کی طرف منسوب ہوتی ہے۔'' (تدبر قرآن ۵/۵۲۵)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

۱۳۴۔ انسان جیسی مخلوق کے لیے جو اپنی ذات کے شعور کے ساتھ پیدا کی گئی ہے، یہ سب سے بڑی نعمت ہے جس کا تصور کیا جا سکتا ہے۔

۱۳۵۔ اِس بدیہی حقیقت کو لفظوں میں ظاہر کیے بغیر کہ پھر وہ ایک روز جزا برپا کرے گا، ابراہیم علیہ السلام نے یہ اپنے پروردگار کے فضل و عنایت کی طرف توجہ دلا دی ہے کہ بندہ سرکشی چھوڑ کر اُسی کا ہو جائے تو وہ آخری درجے میں اُس کی غلطیوں اور کوتاہیوں سے درگذر بھی فرماتا ہے:

عصیان ما و رحمت پروردگار ما　　　ایں را نہایتے ست نہ آں را نہایتے

۱۳۶۔ یہ دعا چونکہ ہجرت کے موقع پر کی گئی ہے جو انبیا علیہم السلام کی دعوت میں نہایت اہم مرحلہ ہوتا ہے۔ اِس لیے دعا کی ابتدا اِس درخواست سے ہوئی ہے کہ آگے کے مراحل میں ہر موقع پر اُنھیں صحیح فیصلہ کرنے کی توفیق حاصل رہے۔

۱۳۷۔ یعنی دنیا اور آخرت، دونوں میں اُن کی معیت و رفاقت عطا فرما۔

۱۳۸۔ اصل میں 'لِسَانَ صِدْقٍ' کے الفاظ آئے ہیں۔ یعنی ذکر جمیل، جس میں پایداری اور دوام و استمرار بھی ہو۔ ابراہیم علیہ السلام کی اِس دعا کو جو قبولیت حاصل ہوئی، اُس کی کوئی دوسری مثال انسانی تاریخ سے پیش نہیں کی جا سکتی۔

مِنَ الضَّآلِّیۡنَ ﴿۸۶﴾ وَلَا تُخۡزِنِیۡ یَوۡمَ یُبۡعَثُوۡنَ ﴿۸۷﴾

یَوۡمَ لَا یَنۡفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوۡنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنۡ اَتَی اللّٰہَ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ ﴿۸۹﴾ وَاُزۡلِفَتِ
الۡجَنَّۃُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۹۰﴾ وَبُرِّزَتِ الۡجَحِیۡمُ لِلۡغٰوِیۡنَ ﴿۹۱﴾ وَقِیۡلَ لَھُمۡ اَیۡنَمَا کُنۡتُمۡ
تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۹۲﴾ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ ؕ ھَلۡ یَنۡصُرُوۡنَکُمۡ اَوۡ یَنۡتَصِرُوۡنَ ﴿۹۳﴾ فَکُبۡکِبُوۡا

وہ گم راہوں میں سے ہے۔ اور جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے، اُس دن، (اے پروردگار)، مجھے رسوانہ کر۔[۱۳۹] ۸۳-۸۷

(فرمایا[۱۴۰]): جس دن نہ مال کام آئے گا، نہ اولاد[۱۴۱]، صرف وہی کامیاب ہوں گے جو قلب سلیم[۱۴۲] لے کر خدا کے پاس آئیں گے۔ (اُس دن) جنت خدا سے ڈرنے والوں کے قریب لائی جائے گی[۱۴۳] اور جہنم گم راہوں کے لیے بے نقاب کر دی جائے گی اور اُن سے پوچھا جائے گا کہ کہاں ہیں وہ جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے تھے۔ کیا وہ تمھاری کچھ مدد کریں گے یا (آج) خود اپنا بچاؤ

۱۳۹۔ مطلب یہ ہے کہ باپ کو جہنم میں ڈالا گیا تو بیٹے کی حیثیت سے یہ چیز میرے لیے باعث رسوائی ہو گی، اِس لیے درخواست کر رہا ہوں کہ اگرچہ میرا باپ گم راہ ہے، لیکن مجھ پر عنایت کے لیے آپ اُس کو معاف فرما دیں۔ دوسری جگہ وضاحت ہے کہ یہ دعا چونکہ خدا کے بے لاگ عدل کے خلاف تھی، اِس لیے قبول نہیں ہوئی۔

۱۴۰۔ یہاں سے آگے اب پیرے کے آخر تک شان کلام صاف بتا رہی ہے کہ پوری عبارت حضرت ابراہیم کی دعا کا جز نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کا اپنا ارشاد ہے۔

۱۴۱۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لیے مغفرت چاہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہایت لطیف اسلوب میں بتا دیا ہے کہ نہیں، تمھارے جیسا فرزند بھی وہاں اپنے باپ کے کام نہ آ سکے گا۔

۱۴۲۔ اِس سے مراد وہ دل ہے جو اپنی اصل فطرت پر قائم اور شرک و نفاق کی ہر آلایش سے پاک ہو۔

۱۴۳۔ یعنی جس طرح مہمانوں کی تشریف و تکریم کے لیے کوئی چیز اُن کے سامنے پیش کی جاتی ہے، اُسی طرح پیش کر دی جائے گی۔

فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ﴿۹۴﴾ وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ﴿۹۵﴾
قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۹۶﴾ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۷﴾ اِذْ
نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۹۹﴾ فَمَا لَنَا مِنْ
شَافِعِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۲﴾
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ
الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾

کرلیں گے؟ پھر وہ بھی اور یہ بھٹکے ہوئے لوگ بھی اور ابلیس کے لشکر بھی، سب کے سب اُس میں اوندھے منہ جھونک دیے جائیں گے۔[۱۴۴] ۸۸-۹۵

وہاں وہ آپس میں جھگڑتے ہوئے (اپنے لیڈروں سے) کہیں گے: خدا کی قسم، ہم کھلی ہوئی گم راہی میں تھے، جب کہ تمھیں خداوند عالم کے برابر ٹھیراتے تھے[۱۴۵]۔ (پھر اپنی بدبختی پر ماتم کریں گے کہ) ہمیں تو اِن مجرموں ہی نے گم راہ کیا۔ سو اب نہ ہمارے لیے کوئی سفارش کرنے والا ہے، نہ کوئی گرم جوشی سے محبت کرنے والا دوست۔ اب تو اے کاش، ایک دفعہ پلٹنا نصیب ہو کہ ہم ایمان والے بن جائیں۔ ۹۶-۱۰۲

اِس میں، یقیناً بہت بڑی نشانی ہے، لیکن اِن میں سے اکثر ماننے والے نہیں ہیں۔ اور تیرا پروردگار، اِس میں کچھ شک نہیں کہ وہ زبردست بھی ہے اور نہایت مہربان بھی[۱۴۶]۔ ۱۰۳-۱۰۴

۱۴۴۔ اصل میں لفظ 'کُبْکِبُوْا' آیا ہے۔ یہ 'کب' کی تکریر ہے جس سے مبالغہ اور تکرار کا مفہوم پیدا ہو گیا ہے۔

۱۴۵۔ یعنی تمھاری بات اُسی طرح مانتے تھے، جس طرح رب العٰلمین کی بات ماننی چاہیے۔

۱۴۶۔ یہ وہی ترجیع ہے جو اوپر گزر چکی ہے۔

[باقی]